اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر 1:

''لال لال تو وہ ہر وقت رہتی تھیں اور ان میں سے پانی بہتا رہتا تھا۔ آپ تو جانتے ہیں۔ آپ تو بابا کے ساتھ کئی بار تانگے پر بیٹھے ہیں۔ تو بابو جی کل کیا ہوا کہ بابا مصری شاہ میں سے گزرا تو ایک حکیم سرمہ بیچ رہا تھا۔ بابا یہ سرمہ لے آیا اور ہمیں بتایا کہ اس سے آنکھ کی لالی جاتی رہے گی۔

نوٹ: (جو طلبا ہر عبارت کا الگ سے سیاق و سباق نہیں لکھ سکتے، وہ سبق ہذا میں سے دی گئی کسی بھی عبارت کی تشریح سے قبل یہ سیاق و سباق تحریر کر سکتے ہیں)

تشریح طلب اقتباس اُردو کی درسی کتاب کے سبق سے لیا گیا ہے جو مُصنف کے مشہورِ زمانہ افسانوں کے مجموعہ ''کپاس کا پھول'' سے منتخب کیا گیا ہے۔ جس میں مصنف معاشرے کے ایک ایسے کردار کے روپ میں اپنے آپ کو پیش کر رہا ہے۔ جو کسی کی مدد کے لیے کوئی عملی اقدام تو نہیں اٹھاتا، لیکن ایک غریب شخص کا کام قدرت کی طرف سے خود بخود ہو جاتا ہے۔ فیکا مصنف کے پاس آتا ہے اور بتاتا ہے کہ اُس کے بابا کی آنکھ ضائع ہو گئی ہے۔ مصنف اس کی مدد کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ ڈاکٹر کا نام اور پتا بتاتا ہے۔ اس کو فون بھی کرتا ہے۔ لیکن وہ فون پر بھی نہیں ملتا۔ فیکے کے باپ کی آنکھیں اللہ کے فضل سے سرکاری علاج سے ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ آخر میں مصنف شرمندگی محسوس کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کہ تمام حقیقت فیکے کو بتا دی جائے لیکن فیکا یہ کہ کر اُسے خاموش رہنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ اس کے باپ کو بینائی اللہ نے اور آپ نے دی ہے۔ جس پر مصنف مصنوعی شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں فیکے کوئی بات نہیں فیکے۔

تشریح طلب اقتباس سبق کے .... سے لیا گیا ہے۔ (آغاز۔ درمیان۔ اختتام)

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح عبارت سے پہلے بابو جی بتاتے ہیں کہ اس کی ملاقات فیکے کوچوان سے ہوئی۔ جس نے بتایا کہ اُس کے بابا کی آنکھ حکیم کا سرمہ لگانے سے بہت خراب ہو گئی ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد بابو جی بتاتے ہیں کہ میں نے اسے اپنا کارڈ دیا کہ ڈاکٹر جبار کو دکھا دینا کام ہو جائے گا۔ اگلی شام مجھے فیکا ملا اور میں نے پوچھا تو بتایا کہ گھٹنا پاجامے سے جھانکتا ہو تو باری کیسے آئے بابو جی۔ اس کے بعد تین دن فیکا نہ آیا۔ پانچ چھے روز بعد فیکا ملا اور اس نے بتایا کہ آپریشن ہو گیا ہے پٹی کھولی گئی تو پتہ چلا کہ دونوں آنکھیں متاثر ہوئی ہیں۔ میں نے ڈاکٹر جبار کو فون کیا وہ نہ ملے۔ دو ڈھائی ہفتے بعد فیکا آیا میں بڑا نادم ہوا کہ غریب آدمی سے میں جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہا ہوں۔ لیکن فیکے کے شکریے نے موقع نہ دیا۔ اُس نے بتایا کہ اس کے باپ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئی ہیں۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں فیکے کوئی بات نہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں کہانی کے راوی بابو جی کہتے ہیں کہ وہ محلے کی بڑی گلی کے موڑ پر تانگے کا انتظار کر رہے تھے۔ تانگے تو بہت سے گزرے مگر سواریوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اچانک فیکا کوچوان اُن کی طرف آیا تو انھوں نے تانگے کے بارے میں پوچھا تو فیکے کوچوان نے بتایا کہ اس کے بابا کی آنکھ چلی گئی ہے۔ بابو جی نے افسوس کا اظہار کیا اور پوچھا کہ آنکھ کیسے چلی گئی؟ کوئی حادثہ ہوا ہے؟ فیکے کے چہرے پر معصومیت چھا گئی۔ فیکے نے بابو جی کو بتایا کہ بابا کی ایک آنکھ ہر وقت سرخ رہتی تھی اور اس میں سے

پانی بہتا رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے بڑی تکلیف میں تھے اور آنکھ ٹھیک نہیں ہو رہی تھی۔ آنکھ سے مسلسل پانی ڈھلکتا رہتا تھا۔

بقول بقراط: ”زیادہ آنسو بہانے سے آنکھیں کمزور ہو جاتی ہیں“۔

فیکا بابو جی کو متوجہ کرنے کے لیے کہتا ہے کہ آپ تو بابا جی کو جانتے ہیں۔ آپ اُن کے ساتھ کئی بار تانگے پر بیٹھے ہیں۔ بابا اپنی آنکھوں کی بیماری سے تنگ آچکے تھے۔ چناں چہ جب بابا مصری شاہ سے گزر رہے تھے تو وہاں ایک حکیم سرمہ بیچ رہا تھا اور دعویٰ کر رہا تھا کہ اس کا سرمہ آنکھوں کے تمام امراض کا مداوا ہے۔ بقول شاعر:

سرمہء مفت نظر ہوں میری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

بابا حکیم سے سرمہ لے آیا اور گھر کے تمام افراد کو خوشخبری سنائی کہ اس سرمے سے آنکھ کی لالی ختم ہو جائے گی۔ کیوں کہ حکیم نے خُدا رسول ﷺ کی قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ آنکھوں کی لالی نہ جائے تو قیامت کے دن مجھے گردن سے پکڑ لینا، نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ:

”خرید و فروخت میں قسم سے باز رہو۔ وہ مال بکوا دیتی ہے مگر پھر اسے مٹا دیتی ہے“۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ پھیری والے جو کہ مختلف مقامات پر اور بسوں، گاڑیوں میں چیزیں فروخت کرتے ہیں، وہ مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں اور اپنی چیزوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ ایسے ہی نیم حکیم مختلف دوائیاں اور سرمہ وغیرہ لے کر بسوں میں آتے ہیں اور اپنی چرب زبانی کے جوہر دکھاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ اُن کے جھانسے میں آجاتے ہیں اور اپنے پیسے ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

فیکے کا باپ بھی ایسے ہی کسی نیم حکیم سرمہ فروش کی باتوں میں آ گیا۔ فیکا بتاتا ہے کہ اُس نے بھی بابا سے کہہ دیا کہ حکیم خُدا رسولؐ کا واسطہ دے رہا ہے تو تھوڑا سا لگا لے اور اماں نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے سرمہ لگانے کی اجازت دے دی۔ بابا نے برکت کے لیے لقمان حکیم ”حکمت کا بادشاہ“ پڑھا اور آنکھ میں سرمہ کی سلائی پھیر لی۔ بس پھر کیا، بابا درد کے مارے ساری رات بڑا مضطرب اور بے چین رہا۔ اور ساری رات تڑپتا رہا جس کی وجہ سے وہ رات بھر ایک لمحہ کے لیے بھی نہ سو سکا۔ بابو جی ہمارے گھر میں تو کہرام مچ گیا۔ گھر کے سارے افراد ساری رات سو نہ سکے۔ بابا جی کی تا حال وہی حالت ہے اور تمام گھر والے بھی بڑے کرب اور اذیت میں ہیں۔

عبارت نمبر 2: (ملتان بورڈ 2006ء)

فیکے کی آنکھوں میں ممنونیت کی نمی جا گی۔ وہ بولا ”بس بابو جی خدا آپ کا بھلا کرے۔ رات تو چیخ چاخ کے گزار دی۔ پھر صبح کو محلّے کے سارے کوچوان اکٹھے ہوئے تو ان میں سے چچا شیدے نے کہا کہ پوست کے ڈوڈے پانی میں ابالو اور اسی پانی سے آنکھیں دھوؤ۔ دھوئی پر بابا اسی طرح تڑپتا رہا۔ پھر کسی نے کہا کہ پالک کا ساگ اُبال کر باندھو، باندھا اور جب کھولا تو بابا نے صاف کہہ دیا کہ اب کیا جتن کرتے ہو آنکھ کا دیا تو بجھ گیا۔ ہمارے گھر میں تو پٹس پڑ گئی بابو جی۔

سیاق و سباق:

زیر تشریح عبارت سے پہلے بابو جی بتاتے ہیں کہ اس کی ملاقات فیکے کوچوان سے ہوئی جس نے بتایا کہ اس کے بابا کی آنکھ حکیم کا سرمہ لگانے سے بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد بابو جی بتاتے ہیں کہ میں نے اسے اپنا کارڈ دیا کہ ڈاکٹر کو دکھا دینا کام ہو جائے گا۔ اگلی شام مجھے فیکا ملا اور میں نے پوچھا تو بتایا کہ گھٹنا پاجامے سے جھانکتا ہو تو باری کیسے آئے بابو جی۔ پانچ چھے روز بعد فیکا ملا اور اس نے بتایا کہ آپریشن ہو گیا ہے پٹی کھولی گئی تو پتا چلا کہ دونوں آنکھیں متاثر ہوئی ہیں۔ میں نے ڈاکٹر جبار کو فون کیا وہ نہ ملے۔ دو

ڈھائی ہفتے بعد فیکا آیا میں بڑا نادم ہوا کہ غریب آدمی سے میں جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہا ہوں۔ لیکن فیکے کے شکریے نے موقع نہ دیا۔ اُس نے بتایا کہ اس کے باپ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئی ہیں۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں فیکے کوئی بات نہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں فیکا کوچوان بابو جی کو اپنے بابا کی آنکھ کے ضائع ہونے کی تفصیلات بتاتا ہے اور بابو جی گلی کے نکڑ پر بڑی توجہ سے اُس کی باتیں سن رہے تھے۔ فیکے جیسے مفلسی کے مارے ہوئے شخص کے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی کہ بابو جی جیسا امیر اور معزز تعلیم یافتہ آدمی اُس کی بات کھڑے کھڑے سن رہا ہے۔ فیکے نے بابو جی سے کہا کہ آپ تھک تو نہیں گئے؟ سگریٹ والے کی کرسی اُٹھا لاؤں؟ بابو جی نے اُسے کہا کہ تم اپنی بات جاری رکھو۔ فیکے کو بڑی اپنائیت کا احساس ہُوا تو بابو جی کی ہمدردی اور خلوص کی وجہ سے فیکے کی آنکھوں میں احسان مندی اور شکر گزاری کے آنسو آ گئے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ:

''جو لوگوں کا ممنونِ احسان نہیں وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا''

چناں چہ بابو جی کی ہمدردی اور اپنائیت کی وجہ سے فیکے کی آنکھوں میں احسان مندی اور شکر گزاری کے آنسو اُمڈ آئے۔

والٹر سکاٹ کا قول ہے کہ:

''آنسوؤں سے چھلکاتی محبت نہایت دل کش ہوتی ہے''

فیکا معصومیت سے بابو جی کو کہتا ہے کہ خُدا آپ کا بھلا کرے۔ اللہ آپ پر کرم کرے تمام رات گھر کے سب افراد نے بڑے کرب اور مصیبت میں رو پیٹ کر گزار دی۔ پھر صبح کو محلے کے سارے کوچوان اکٹھے ہوئے تو ان میں سے بزرگ کوچوان چچا شیدے نے مشورہ دیا کہ پوست کے ڈوڈے پانی میں اُبال لو۔ اور اس پانی سے آنکھ دھو ڈالو۔ جب آنکھ دھوئی گئی تو بابا بدستور تڑپتا رہا۔ پھر کسی نے مشورہ دیا کہ پالک کا ساگ اُبال کر آنکھ پر باندھو۔ آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ چناں چہ پالک کا ساگ اُبال کر باندھا گیا اور جب ساگ آنکھ پر سے کھولا گیا تو بابا نے سب کے سامنے خدشہ ظاہر کیا کہ اب کوشش کرنے کی ضرورت نہیں، آنکھ بالکل مردہ ہوگئی ہے۔ جب یہ بات سنی تو بابو جی ہمارے گھر میں تو کہرام مچ گیا۔ سب نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ چناں چہ فیکے کا باپ کسی ماہر امراض چشم کو نہ دکھانے کی وجہ سے نیم حکیم کے ہتھے چڑھ کر اپنی آنکھ مزید خراب کر بیٹھا۔

دراصل فیکا اور اس جیسے غریب لوگ علاج کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے ٹونے ٹوٹکے استعمال کرتے ہیں۔ اپنے پیسے کا ضیاع اور صحت و تندرستی کا مزید نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ جب ٹونے ٹوٹکوں سے مایوس ہو کر کسی معروف ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں، تو ڈاکٹر کی کڑوی کسیلی باتیں اور ڈانٹ سننی پڑتی ہے کہ اب لے کر آئے ہو جب مریض کی حالت زیادہ بگڑ گئی ہے۔ پہلے مر گئے تھے۔ اب ڈاکٹر صاحب کو حقیقت کون بتائے کہ غریب آدمی تمھاری بھاری بھرکم فیس، لیبارٹریوں کے ٹیسٹوں کی مد میں شامل کمیشن اور کمپنیوں سے معاہدہ کی ہوئی دوائیں جو مخصوص میڈیکل سٹور پر مہنگے داموں دستیاب ہوتی ہیں، خریدنے کے لیے کہاں سے پیسے لائیں۔ چناں چہ ان جھنجھٹوں کے خوف سے غریب بیچارے ٹونے ٹوٹکے استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

عبارت نمبر 3:

فیکا بولا: ''بابو جی کیا پتا آنکھ کے کسی کونے کھدرے میں بینائی کا بھور اپڑا رہ گیا ہو۔ دیکھیے چولھا بجھ جاتا ہے تو جب بھی دیر تک راکھ میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔ کیا پتا کوئی چنگاری سُلگ رہی ہو'۔ میں اس بات سے چونکا۔ آج تک فیکے نے مجھ سے صرف چارے کی مہنگائی اور آٹے میں ملاوٹ کے موضوع پر باتیں کی تھیں۔ پھر وہ عاجزی سے بولا۔ ''ذرا سا میرے ساتھ چلیے۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے بابو جی بتاتے ہیں کہ اس کی ملاقات فیکے کوچوان سے ہوئی جس نے بتایا کہ اس

کے بابا کی آنکھ حکیم کا سرمہ لگانے سے بہت زیادہ خراب ہوگئی ہے۔ ہسپتال میں داخل کرایا مگر کسی نے چیک نہ کیا۔ آپ کسی ڈاکٹر سے کہہ دیجیے۔ میں نے کہا وہاں میرا دوست ڈاکٹر عبدالجبار ہے وہ تمھارا کام کر دے گا۔ صبح کو ابھی آنکھ ہی کھلی تھی کہ فیکا آیا اور اس نے بتایا کہ اس کے باپ کی آنکھ چلی گئی ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد بابو جی بتاتے ہیں کہ میں نے اسے اپنا کارڈ دیا کہ ڈاکٹر جبار کو دکھا دینا کام ہو جائے گا۔ اگلی شام مجھے فیکا ملا اور اس نے بتایا کہ گھٹنا پا جامے سے بھانکتا ہو تو ہاری کیسے آئے بابو جی۔ پانچ چھے روز بعد فیکا ملا اور اس نے بتایا کہ آپریشن ہو گیا ہے۔ پٹی کھولی گئی تو پتا چلا کہ دونوں آنکھیں متاثر ہوئی ہیں۔ میں نے ڈاکٹر کو فون کیا وہ نہ ملے، دو ڈھائی ہفتے بعد فیکا آیا تو میں بڑا نادم ہوا کہ غریب آدمی سے جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہا ہوں۔ لیکن فیکے کے شکریے نے موقع نہ دیا۔ اُس نے بتایا کہ اس کے باپ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں ہیں، میں نے کہا کوئی بات نہیں فیکے کوئی بات نہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں بابو جی بتاتے ہیں کہ جب وہ رات کو گھر آئے تو معلوم ہوا کہ فیکا کوچوان آیا تھا اور کہہ کر گیا ہے کہ بابو جی آئیں تو اُسے بلا لیں گے۔ بابو جی نے سوچا، اس وقت فیکے کو کون بلائے۔ اگر فیکے کا کام ہو گیا ہے تو شکریہ صبح قبول کرلے گا۔ اگر نہیں ہُوا تو صبح کوشش ہوگی۔ صبح کو جب وہ بیدار ہُوئے تو فیکے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ معلوم ہُوا کہ رات جبار صاحب ڈیوٹی پر نہیں تھے۔ ان کی ڈیوٹی آج دن کی ہے۔ بابو جی نے فکر مندی اور تشویش کے ملے جلے جذبات میں کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ تمھارا باپ دسمبر کی اس شدید سردی میں برآمدے ہی میں پڑا رہا؟ جی ہاں۔ مگر یہ تو کوئی ایسی بات نہیں بابو جی۔ آپ نے ہمارا گھر نہیں دیکھا۔ دس سال سے چھپر میں پڑے ہیں۔

بابو جی نے اس کے باپ کی آنکھ کے بارے میں پوچھا تو فیکے نے جواب دیا کہ وہ تو چلی گئی بابو جی۔ بابو جی نے کہا کہ جب آنکھ ضائع ہو چکی ہے، تو بے چارے بڈھے کو ہسپتال میں کیوں گھسیٹتے پھرتے ہو؟ وقت بھی ضائع ہوگا روپیا بھی ضائع ہوگا۔ فیکے نے جواب میں کہا کہ بابو جی کیا معلوم کہ آنکھ کے کسی کونے کھدرے میں بینائی کی معمولی سی رمق اور ذرہ موجود ہو اور ڈاکٹروں کے علاج معالجے سے پوری آنکھ کی بینائی لوٹ آئے۔ اسی امید پر ساری مصیبتیں اور مشکلات برداشت کر رہے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ:

''اللہ کی رحمت سے نا امیدی کفر ہے''

امید انسان کو تگ و دو اور جدوجہد کے لیے متحرک رکھتی ہے۔ چناں چہ فیکا بھی امید کا دامن تھام کر اپنی تمام کوششیں بروئے کار لا رہا تھا۔ فیکا اپنی بات کی وضاحت ایک مثال سے کرتا ہے کہ جلتا ہوا چولہا جب مکمل طور پر بجھ جاتا ہے، ظاہری طور پر آگ اور تپش کے آثار بھی ختم ہو جاتے ہیں اور چولھے میں موجود تمام انگارے بجھ کر راکھ میں تبدیل ہو جاتے ہیں، تب بھی بڑی دیر تک احتیاط کے طور پر راکھ میں ہاتھ نہیں ڈالتے کہ کہیں کوئی چنگاری نہ سُلگ رہی ہو اور وہ ہاتھ جلانے کا باعث نہ بن جائے۔ فیکے نے یہ فلسفیانہ دلیل دے کر امید پرستی کا ثبوت دیا ہے۔ بقول شیکسپیئر:

''مصیبت زدہ کا واحد سہارا امید ہے''

بابو جی ان پڑھ فیکے کی فلسفیانہ اور حکمت و دانائی کی باتیں سن کر بڑے متحیر ہوئے۔ کیوں کہ بابو جی کو فیکے سے ایسی حکیمانہ گفتگو کی توقع نہ تھی۔ اس لیے وہ سوچتے ہیں کہ آج تک فیکے نے ان سے چارے کی مہنگائی اور آٹے میں ملاوٹ کے موضوع پر باتیں کی تھیں۔ لیکن مصیبت نے فیکے کو کیسے ایک سمجھ دار آدمی بنا دیا۔ دراصل نامساعد حالات، دنیا کی ٹھوکروں اور تجربات سے انسان بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اس سے قبل فیکا دوسروں کی خدمت کرتا رہا تھا۔ اب لوگوں سے سابقہ پڑا ہے تو اُن کا اصلی روپ اور چہرہ سامنے آیا تو آنکھیں کھلیں۔ ایک شاعر نے بجا کہا ہے کہ:

دیوار سے تصویر لگا دیتی ہے دنیا کیسے جیا جاتا ہے سکھا دیتی ہے دنیا

چناں چہ فیکے نے جب دیکھا کہ اُس کی بات بابو جی کے دل کو لگی ہے تو اُس نے عاجزی اور انکساری سے بابو جی کو ساتھ چلنے کی دعوت دی۔

عبارت نمبر 4:

میرے جسم میں نیند ابھی پوری طرح غائب نہیں ہوئی تھی۔ پھر نہانا تھا۔ شیو کرنا تھا۔ چائے پینی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں تمھیں اپنا کارڈ دیے دیتا ہوں۔ وہ ڈاکٹر جبار کو دکھا دو۔ بڑے یار آدمی ہیں۔ فٹافٹ کام کر دیں گے۔ تمھارا باپ ایک بار وارڈ میں چلا جائے، پھر علاج کے لیے تو میں خود جا کر کہوں گا"۔ وہ مجھ سے کارڈ لے کر یوں چلا جیسے دنیا جہاں کی دولت سمیٹے لیے جا رہا ہے۔ میں نے کارڈ پر لکھ دیا تھا۔ جبار صاحب! اس کا کام کر دیجیے، بے چارا بڑا ہی غریب آدمی ہے۔ دعائیں دے گا۔ اور مجھے یقین تھا کہ کام ہو جائے گا۔ ڈاکٹروں کو صرف اتنا ہی تو دیکھنا تھا کہ آنکھ پوری طرح بجھ گئی ہے یا تھوڑی بہت رمق باقی ہے۔

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے بابو جی بتاتے ہیں کہ اس کی ملاقات فیکے کوچوان سے ہوئی جس نے بتایا کہ اس کے باپ کی آنکھ حکیم کا سرمہ لگانے سے خراب ہوگئی ہے اور آپ سفارش کر دیں تا کہ ہسپتال میں جگہ مل جائے، میں نے تسلی دی کہ ڈاکٹر عبدالجبار میرے دوست ہیں ان سے میرا اسلام کہنا، کام ہو جائے گا۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد بابو جی بتاتے ہیں کہ صبح سے شام تک فیکا میرے گھر کے چکر کاٹتا رہا۔ شام کو اس نے بتایا کہ ڈاکٹر جبار تو بیٹھے تھے مگر ملاقات نہیں ہو سکی۔ اگلے دن میں نے فیکے کے سامنے فون کیا مگر وہ نہ مل سکے اس کے بعد فیکے نے آپریشن کا بتایا اور دو، ڈھائی ہفتوں بعد وہ میرے گھر آیا تو میں نے سوچا کہ دو آنکھوں کی بات ہے اور میں جھوٹ پر جھوٹ بول رہا ہوں۔ مجھے فیکے کو سچ بتا دینا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں باہر آیا تو فیکے کے الفاظ نے مجھے بولنے کا موقع نہ دیا، وہ کہہ رہا تھا کہ اس کے باپ کو بینائی آپ نے دی ہے۔ حالانکہ میں نے تو کچھ بھی نہ کیا تھا میں نے کہا کوئی بات نہیں فیکے کوئی بات نہیں۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں بابو جی کہتے ہیں کہ وہ صبح کو ابھی بستر سے نہیں نکلے تھے کہ فیکا آ گیا اور وہ عاجزی و انکساری سے بولا ذرا سا میرے ساتھ چلے چلیے۔ بابو جی بتاتے ہیں کہ ابھی میری نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے نیند کا اثر غالب تھا۔ نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے جسم میں سستی تھی۔ جسے ختم کرنے کے لیے نہانا تھا، شیو کرنا تھا، چائے بھی پینی تھی۔ اس لیے بابو جی کہتے ہیں کہ اُس نے فیکے سے کہا تمھیں اپنا کارڈ دیے دیتا ہوں۔ یہ کارڈ ڈاکٹر جبار کو دکھا دو تو کام فوراً ہو جائے گا۔ بابو جی نے فیکے کے ساتھ جانا مناسب نہیں سمجھا کیوں کہ وہ خائف تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اتنا بڑا بابو جی ہے اور کوچوان کے ساتھ جا رہا ہے۔ لوگ اعتراض کریں گے کہ بابو جی کو آداب (Etiquette) نہیں آتے۔ اس لیے بابو جی نے فیکے کو کارڈ دے کر ٹال دیا۔ عدیم ہاشمی کہتے ہیں کہ:

ادھر اُدھر یوں ہی گھبرا کے دیکھتے کیا ہو کسی فقیر سے ملنا کوئی گناہ نہیں

دراصل ہم معاشرتی بگاڑ کا شکار ہو گئے ہیں۔ ہم اپنے آرام و سکون کو اولیت دیتے ہیں جبکہ دوسروں کے ضروری اور اہم کاموں کو بھی اہمیت نہیں دیتے۔ ہم یہ نہیں دیکھتے کہ جو ہمارے پاس کام سے آیا ہے اُس کا کام کتنا اہم اور ضروری ہے۔ ہم اپنے معمولی کاموں کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ حالاں کہ مجدد الف ثانیؒ کا فرمان ہے:

"سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھیں"

بابو جی کا رویہ بھی ہمارے عمومی رویوں کا عکاس ہے۔ بابو جی اپنے معمولی کاموں کو اہمیت دے رہے تھے، جیسے نہانا، شیو

بنانا، چائے پینی وغیرہ۔ ان کے بغیر بھی گزارا ہو سکتا ہے۔ ان چیزوں کو دوسرے وقت کے لیے ٹالا جا سکتا ہے۔ لیکن بابو جی نے اپنے معمولات میں خلل برداشت نہیں کیا اور غریب فیکے کو کارڈ دینا ہی سب سے بڑا احسان اور انسانی ہمدردی سمجھا۔ بابو جی اُسے کہتے ہیں کہ تمھارا باپ ایک بار وارڈ میں چلا جائے پھر علاج کے لیے وہ خود جا کر کہیں گے۔ دوسری طرف فیکا بابو جی سے کارڈ لے کر یُوں چلا کہ اُسے دنیا جہان کا خزانہ مل گیا ہو۔

ہمارے معاشرے کی بُنیادوں میں سفارش رچ بس گئی ہے۔ اور شرعی احکامات کی پاسداری نہیں ہو رہی۔ جب کہ اسلامی معاشرے میں انسان کی عظمت ہوتی ہے اور غیر اسلامی معاشرہ میں دولت و امارت، بنگلے، گاڑیوں، فیکٹریوں اور بڑے منصب داروں کی اہمیت ہوتی ہے۔ ایسے معاشرے میں امیر آدمی کا کارڈ غریب اور معصوم فیکے سے زیادہ اہمیت اور مقام رکھتا ہے۔ بابو جی نے کارڈ پر اپنا اثر ورسوخ اور کوئی تعلق نہیں لکھا بلکہ یہ لکھا ہے کہ بے چارا بڑا ہی غریب اور مفلس آدمی ہے۔ اس کا کام کر دیں یہ دُعائیں دے گا۔ بابو جی کے اس رویے سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر آدمی اگر غریب آدمی کا کوئی کام بھی کرتا ہے تو ترس اور رحم کھا کر کرتا ہے۔ انسانی ہمدردی اور ذمہ داری سمجھ کر نہیں کرتا کہ اللہ نے اُسے اس لائق بنایا ہے کہ دوسروں کے کام آ سکے۔ حالاں کہ فیکے کا کام معمولی تھا۔ بابو جی کو یقین تھا کہ کام ہو جائے گا ڈاکٹروں کو صرف اتنا دیکھنا تھا کہ آنکھ پوری طرح بجھ گئی ہے یا تھوڑی بہت رمق اور امید باقی ہے۔ سرو کا قول ہے:

"بیمار انسان کے سینے میں جب تک سانس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے اُسے امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے"

عبارت نمبر 5: (فیصل آباد 2006ء)

پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ میرے قدم آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے مگر ذہن جیسے شکست کھا کر بھاگا جا رہا تھا۔ رات کو نیند نے ندامت دور کر دی مگر صبح ہی فیکا دروازے پر موجود تھا۔ بولا "آپ کی مہربانی سے داخلہ تو مل گیا تھا پر اب انھوں نے بابا کو ٹوٹ لکھ کر ہسپتال میں بھیج دیا ہے۔ یہ تو بڑا غضب ہوا بابو جی۔ آج میں اماں کو ساتھ لے کر گیا۔ دورو پے گل ہو گئے۔ کچھ ہو سکے تو کیجیے۔"

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے بابو جی بتاتے ہیں کہ اس کی ملاقات فیکے کو چوان سے ہوئی، جس نے بتایا کہ اس کے باپ کی آنکھ حکیم کا سرمہ لگانے سے خراب ہوگئی ہے۔ سفارش کر دیں کہ ہسپتال میں جگہ مل جائے۔ میں نے تسلی دی کہ ڈاکٹر عبدالجبار میرے دوست ہیں انھیں میرا اسلام کہنا، کام ہو جائے گا۔ میں نے اسے کارڈ دیا کہ یہ ڈاکٹر کو دکھا دینا کام ہو جائے گا۔ میں سارا دن گھر سے غائب رہا۔ شام کو فیکے نے بتایا کہ ڈاکٹر تو ہے پر گھٹنا پاجامے سے جھانک رہا ہو تو باری کیسے آئے۔ میں نے جھوٹ بولا کہ میں نے فون کر دیا تھا جس پر وہ بڑا ممنون ہوا۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد بابو جی بتاتے ہیں کہ پھر فیکا مجھے ملا اور بتایا کہ اس کے باپ کی آنکھ کا آپریشن ہو گیا ہے۔ دوڈھائی ہفتے بعد وہ میرے گھر آیا تو میں نے سوچا کہ میں کیا جھوٹ پر جھوٹ بول رہا ہوں، میں اسے سچ بتا دیتا ہوں کہ میں اس کے لیے کچھ نہ کر سکا۔ مگر فیکے کے الفاظ نے کچھ کہنے کا موقع نہ دیا، وہ کہہ رہا تھا کہ اس کے باپ کو بینائی آپ نے دی ہے میں نے کہا کوئی بات نہیں فیکے کوئی بات نہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں بابو جی کہتے ہیں کہ اس نے فیکے کے اصرار پر اُس سے وعدہ کیا کہ وہ کل اُس کے ساتھ ہسپتال ضرور چلیں گے۔ اب تو شام ہوگئی ہے دوسرے دن صبح سویرے ہی بابو جی کو شیخو پورہ جانا پڑ گیا اور رات کو واپس آیا تو معلوم ہوا کہ فیکا آیا تھا۔ اس کے بعد تین دن تک بابو جی نے زیادہ تر وقت گھر میں گزارا مگر فیکا نہ آیا۔ چوتھے روز بابو جی نے گلی کے موڑ پر ایک

کوچوان سے فیکے کے باپ کے متعلق پوچھا تو معلوم ہُوا کہ اسے وارڈ میں جگہ مل گئی ہے۔ اتنے میں فیکا بھی آنکلا۔ بابو جی کو ذرا سی ندامت تھی اس لیے جھوٹ بولنا پڑا، کیوں فیکے، جبار صاحب نے کام کر دیا نا؟ فیکا بولا۔ کہ بابو جی وہ تو مجھ سے ملے ہی نہیں۔ بابو جی نے فوراً کہا میں نے انھیں فون کر دیا تھا۔ فیکے کا چہرہ خوشی سے ایک دم سُرخ ہو گیا۔ ایک بار پھر احسان مندی کے باعث اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ منظر اُس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا کہ جب نرس یہ کہہ رہی تھی کہ دیکھو بڈھے کو تکلیف نہ ہو۔ فیکا سمجھا کہ شاید نرس بابو جی کے فون کی وجہ سے خیال کر رہی تھی۔

بابو جی وقتی طور پر تو جھوٹ بول کر سُرخرو ہو گئے، لیکن جب گھر واپس آ رہے تھے تو جھوٹ بولنے کی وجہ سے اُس کا ضمیر ملامت کر رہا تھا، جس کی وجہ سے اُس کے قدم بوجھل ہو رہے تھے اور چلنا محال ہو رہا تھا اگر ذہن جھوٹ کی ندامت کی وجہ سے شکست کھا کر بھاگا جا رہا تھا۔ بابو جی کو اپنے اس فعل سے اپنا آپ بڑا گھٹیا اور کمتر محسوس ہو رہا تھا۔ اُس کے ضمیر نے اُسے رُلا دیا تھا۔ بابو کا دل انتہائی اُداس اور غم زدہ تھا کہ:

فسانے دردِ محرومی کے دُہرائے نہیں جاتے
کچھ ایسے زخم ہوتے ہیں جو دکھلائے نہیں جاتے

بابو جی بتاتے ہیں اُسے رات کو نیند آ گئی۔ جس نے ندامت کو غائب کر دیا۔ مگر صبح ہی فیکا دروازے پر آ موجود ہُوا۔ وہ بابو جی سے التجا کرنے لگا کہ اُس کی مہربانی سے ہسپتال میں داخلہ تو مل گیا تھا۔ لیکن انھوں نے بابا کو کوٹ لکھپت ہسپتال میں داخل کر دیا۔ فیکا بولا بابو جی بڑا ستم اور غضب ہو گیا ہے۔ فیکا بتاتا ہے کہ وہ آج اماں کو ساتھ لے کر گیا تو دو روپے خرچ ہو گئے ہیں۔ کچھ ہو سکے تو بابو جی کیجیے۔

عبارت نمبر 6:

(ڈی جی خاں 2006، گوجرانوالہ 2010، لاہور 2011، راولپنڈی 13ء)

کپڑے تو میں نے بدل رکھے تھے البتہ میں اپنے تیور بدلنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اچانک خیال آیا کہ کتنا چھوٹا آدمی ہوں دو پیسے یا دو روپے یا چلو دو لاکھ کی بھی بات نہیں۔ دو آنکھوں کی بات ہے اور میں جھوٹ بولے جا رہا ہوں۔ مجھے فیکے کے سامنے اعتراف کر لینا چاہیے کہ میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ پھر میں نے وہ فقرے سوچے جو مجھے فیکے کے سامنے اس انداز سے ادا کرنے تھے کہ اسے سچی بات بھی معلوم ہو جائے اور اسے دکھ بھی نہ ہو۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے بابو بتاتے ہیں کہ ان کی ملاقات فیکے کوچوان سے ہوئی، جس نے بتایا کہ اس کے باپ کی آنکھ حکیم کا سرمہ لگانے سے ختم ہو گئی ہے۔ سفارش کر دیں کہ ہسپتال میں جگہ مل جائے وہ مجھ سے پانچ چھ بار ملا مگر میں اس کے لیے کچھ نہ کر سکا۔ میں نے اسے کارڈ دیا کہ میرا دوست ڈاکٹر عبدالجبار ہے اسے کارڈ دکھا دینا کام ہو جائے گا۔ مگر پھر بھی کچھ نہ ہو سکا آخر کار پانچ چھ روز بعد فیکا ملا اور اس نے بتایا کہ آپریشن ہو گیا ہے دو، ڈھائی ہفتوں بعد فیکا پھر آیا اس کا رنگ ہلدی ہو رہا تھا۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد بابو جی بتاتے ہیں کہ میں باہر آیا تو فیکا زار و قطار رونے لگا کہ آپ نے میرے باپ کو بینائی دی ہے، اور مجھے ندامت ہوئی۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں فیکے کوئی بات نہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں بابو جی بتاتے ہیں کہ دو ڈھائی ہفتے کے بعد فیکا اُس سے ملنے آیا تو نوکر نے بتا دیا کہ بابو جی گھر پر ہیں۔ اُس نے اپنے نوکر کو ڈانٹا اور کہا کہ جا کر فیکے سے کہو کہ بابو جی کپڑے تبدیل کر کے آتے ہیں۔ بابو جی کا خیال تھا کہ فیکا شاید دوبارہ کام سے آیا ہے۔ اس لیے کپڑے تبدیل کرنے کا بہانا بنا دیا۔ حالاں کہ بابو جی اپنا انداز یا ظاہری صورت تبدیل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ پھر اچانک خیال آیا کہ اپنے کردار، اخلاق، پیسے اور ذہن کے لحاظ سے کتنا معمولی انسان ہے۔ اگر روپے پیسے

کے معاملات ہوتے تو بھی مصلحت اور جواز تھا اور جھوٹ بولنے کی گنجائش شاید نکل آتی۔ غریب آدمی کی دو آنکھوں کی بات ہے اور وہ مسلسل جھوٹ بولے جا رہے تھے۔ حضرت علیؓ کا فرمان مبارک ہے کہ:

''کوئی شیشہ انسان کی اتنی حقیقی تصویر پیش نہیں کر سکتا جتنی اس کی گفتگو پیش کرتی ہے''۔

دراصل بابو جی کا ضمیر بیدار ہو چکا تھا اور انھیں اپنے چھوٹے پن کا شدت سے احساس ہونے لگا۔ بابو جی اپنے آپ سے ہم کلام ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھیں فیکے کے سامنے اعتراف کر لینا چاہیے کہ وہ تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکے۔ یہ احساس دراصل ان کے ضمیر کی خلش تھی۔ جس کی وجہ سے انھوں نے فیصلہ کیا کہ فیکے کو صحیح اور حقیقی صورت حال سے آگاہ کیا جائے۔ میکلن کا قول ہے کہ:

''ضمیر ہمارے اندر اس آواز کا نام ہے جو متنبہ کرتی ہے کہ کوئی دیکھ رہا ہے''

جب انسان کا ضمیر زندہ اور بیدار ہوتا ہے تو وہ اپنی زبان اور اپنے قول و فعل سے کسی طرح بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا اور بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے۔ دراصل ضمیر زندہ ہوتا ہے اللہ کے احکامات اور نبی اکرم ﷺ کے اعمال پر عمل کرنے سے۔

جب انسان کا ضمیر مردہ ہو جائے تو وہ درندوں سے بھی زیادہ خطرناک بن جاتا ہے۔ چناں چہ جوں ہی بابو جی فیکے کے سامنے آتے ہیں تو فیکا بولتے ہی زار و قطار رونے لگا کہ بابو جی کچھ سمجھ نہیں آتا کہ میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں۔ میرے بابا کو بینائی آپ نے دی ہے اور اللہ نے عطا کی ہے۔ آپ نے مجھے خرید لیا ہے۔ قسم خدا کی میں عمر بھر آپ کا نوکر رہوں گا۔ حضرت سلیمانؑ کا فرمان ہے کہ:

''سچ کبھی جھوٹ سے شکست نہیں کھاتا''

زیرِ تشریح عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب بندہ اپنی غلطی اور گناہ کا اعتراف کر لے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کا بھرم رکھتا ہے۔ جیسا کہ بابو جی کے ساتھ ہُوا۔ ایک دانا کا قول ہے کہ:

''جو گناہ کرتا ہے وہ انسان ہے جو گناہ کر کے اتراتا ہے وہ شیطان ہے اور جو گناہ کر کے پچھتاتا ہے وہ ولی ہے''